ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر رفعت چودھری
لیکچرار، شعبہ اردو جی سی ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ۔

رابعہ اشرف
ایم ایس اسکالر، شعبہ اردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ ۔

منتخب اردو ناولوں میں ماحولیاتی تبدیلیوں کا بیانیہ

Dr.Rifat Choudhry*
Lecture, Department of Urdu, GC Woman University, Sialkot.
Rabia Ashraf
MS Scholar, Department of Urdu, GC Woman University , Sialkot.
***Corresponding Author:**

Narrative of Climate Change in Selected Urdu Novels

This research paper examines the narrative of climate and environmental change in selected contemporary Urdu novels: Paani Mar Raha Hai (Amna Mufti), Bhaag Bhari (Safdar Zaidi), Koh-e-Garan (Khalid Fateh Muhammad), and Mushk Puri Ki Malika (Muhammad Atif Aleem). It explores how these novelists employ narrative technique, symbolism, and characterization to depict water scarcity, deforestation, wildlife displacement, and the human cost of ecological collapse. The study foregrounds eco-critical theory to show how contemporary Urdu fiction has moved beyond traditional romantic and social themes to engage with the planet's gravest crisis. By analysing plot, character, and imagery, this research demonstrates that Urdu fiction has emerged as a powerful medium of ecological consciousness in the twenty-first century.

Key Words: *Eco-criticism, Urdu Novel, Climate Change, Environmental Narrative, Contemporary Fiction, Biocentrism.*

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

کائنات کا وجود انسان اور فطرت کے ایک پیچیدہ اور لازوال رشتے پر قائم ہے۔ صدیوں تک ادب نے فطرت کو محض جمالیاتی پس منظر یا رومانوی تشبیہات کا ذریعہ سمجھا، مگر اکیسویں صدی میں جب کرۂ ارض ماحولیاتی بحران کی زد میں آیا تو ادب نے بھی اپنا زاویہ بدل لیا۔ یہ نیا زاویہ ماحولیاتی تنقید یا ایکو کریٹیسزم (Eco-criticism) کے نام سے جانا جاتا ہے، جو ادب اور ماحول کے باہمی تعلق کا مطالعہ کرتا ہے۔ ماحولیاتی تنقید کے نقادوں کے نزدیک ادب اب صرف انسانی جذبات اور سماجی مسائل تک محدود نہیں رہ سکتا بلکہ اسے کائنات کے اس سب سے بڑے بحران کا بھی احاطہ کرنا ہو گا جو انسان کے اپنے ہاتھوں جنم لے رہا ہے۔ شیرل گلوٹفیلٹی ماحولیاتی تنقید کی تعریف کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

> "ماحولیاتی تنقید ادب اور مادی ماحول کے رشتے کا مطالعہ ہے۔ جس طرح تانیثی تنقید جنس کے تناظر سے زبان اور ادب کا جائزہ لیتی ہے، اسی طرح ماحولیاتی تنقید زمین مرکز نقطہ نظر کو ادبی مطالعے میں لاتی ہے۔"(۱)

اردو ادب میں یہ رجحان اگرچہ نسبتاً نیا ہے، مگر گزشتہ دو دہائیوں میں اردو ناول نگاروں نے اس عالمی بحران کو بھرپور طریقے سے اپنے بیانیے کا حصہ بنایا ہے۔ معاصر اردو ناول اب انسان مرکزیت (Anthropocentrism) کے غلبے کو چیلنج کرتا دکھائی دیتا ہے، جہاں کائنات کا محور صرف انسان نہیں بلکہ دریا، پہاڑ، جنگل اور جنگلی حیات بھی اتنی ہی اہمیت کے حامل کردار بن جاتے ہیں۔ ڈاکٹر نجیبہ عارف اس تبدیلی کی نشاندہی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "اردو فکشن نے اکیسویں صدی میں جس تیزی سے ماحولیاتی شعور کو اپنایا ہے، وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارا ادیب اب صرف داخلی کرب کا اسیر نہیں رہا بلکہ اجتماعی اور کائناتی بقا کے سوال سے بھی اتنی ہی شدت سے دوچار ہے۔"(۲)

زیرِ نظر مقالہ چار منتخب معاصر اردو ناولوں آمنہ مفتی کے "پانی مر رہا ہے"، صفدر زیدی کے "بھاگ بھری"، خالد فتح محمد کے "کوہِ گراں" اور محمد عاطف علیم کے "مشک پوری کی ملکہ" کے تناظر میں اس بات کا جائزہ لیتا ہے کہ معاصر اردو ناول نگار کس طرح بیانیہ، علامت اور کردار نگاری کے ذریعے پانی کی کمی، جنگلات کی کٹائی، جنگلی حیات کی بے گھری اور ماحولیاتی تباہی کے انسانی نتائج کو اپنے فن کا موضوع بناتے ہیں۔ ڈاکٹر ضیا الحسن اس رجحان کو اردو فکشن کی ایک اہم پیش رفت قرار دیتے ہیں:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

"جدید اردو ناول نے فطرت کو اب محض پسِ منظر کے طور پر نہیں بلکہ ایک فعال اور بولتے ہوئے کردار کے طور پر پیش کرنا شروع کیا ہے، یہی وہ نکتہ ہے جو اسے عالمی ماحولیاتی فکشن کے ہم پلہ بناتا ہے۔"(۳)

آمنہ مفتی کا ناول "پانی مر رہا ہے": پانی کی موت اور تہذیب کا زوال

آمنہ مفتی کا ناول "پانی مر رہا ہے" اردو کے ماحولیاتی فکشن میں ایک نمایاں اور اہم اضافہ تصور کیا جاتا ہے۔ یہ ناول حقیقت کے ساتھ ساتھ جادوئی فضا کے امتزاج سے ایسی کہانی تشکیل دیتا ہے جس میں پانی، انسان کی بے اعتدالیوں کے ہاتھوں ایک زندہ کردار کی طرح مرتا دکھائی دیتا ہے۔ کہانی کا مرکز اسرار کی واپسی اور بھوریوں والی زمین کا پراسرار قصہ ہے، جہاں اسرار کی ماں فضل بی بی کی ہلاکت، زمین کا پھٹنا اور جوگی کی غیر موجودگی میں ایک متضاد، نوآبادیاتی تہذیب کے کرداروں سید عرفان احمد، شاہدہ اور مدھو متی کا ظہور، ایک ایسی علامتی فضا تشکیل دیتا ہے جو دیہی سادگی اور شہری تمدن کے درمیان دریاؤں کی موت کو امرِ واقعہ بنا دیتی ہے۔(۴)

ناول کا فکری محور یہ ہے کہ پانی کا مرنا دراصل انسانی ضمیر، ثقافت اور تہذیب کا مرنا ہے۔ آمنہ مفتی نے دکھایا ہے کہ کس طرح انسان نے دریاؤں کے فطری بہاؤ میں مداخلت کر کے، ان کے راستوں میں آبادیاں بنا کر اور پانی کی غیر مساوی تقسیم کر کے ایسی ماحولیاتی تباہی کو دعوت دی ہے جو بالآخر اس کی اپنی تہذیب کو نگل جاتی ہے۔ یہ ناول محض ایک ماحولیاتی المیہ نہیں بلکہ ہائیڈرو پولیٹکس (politics-Hydro) اور ایکو پولیٹکس (Eco-politics) کے ایک نہایت بھیانک رخ کو بھی بے نقاب کرتا ہے، جہاں سرمایہ دارانہ نظام اور ریاستی اشرافیہ قدرتی وسائل پر قابض ہو کر غریب اور پسماندہ طبقات کو صاف پانی سے محروم کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر طارق حبیب اس ناول کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آمنہ مفتی نے بھوریوں والی زمین کو ایک ایسے استعارے میں ڈھال دیا ہے جو دیہی اور شہری تہذیب کی دو انتہاؤں کو ایک ہی نقطے پر لا کھڑا کرتا ہے، اور یہی نقطہ پانی کی موت کا نقطہ ہے۔"(۵)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

ناول کے کردار محض افراد نہیں بلکہ علامتی اکائی ہے۔ اسرار اور میاں اللہ یار انسان اور پر اسرار قدرتی ماحول کے باہمی، بے اختیار رشتے کی نمائندگی کرتے ہیں، جبکہ بھوریوں والی زمین خود ایک زندہ اور فعال کردار کے طور پر ابھرتی ہے۔ آمنہ مفتی کی صحافتی پختگی، جو ان کے بی بی سی اردو اور دیگر فورمز پر لکھے گئے کالموں میں جھلکتی ہے، اس ناول کے ماحولیاتی شعور کو مزید گہرائی بخشتی ہے۔

ڈاکٹر سحر انصاری کے بقول:

> "پانی مر رہا ہے کی سب سے بڑی انفرادیت یہ ہے کہ یہاں ماحولیاتی المیہ کسی نعرے یا بیان کی صورت میں نہیں بلکہ کردار اور علامت میں ڈھل کر سامنے آتا ہے، جو اسے محض ایک رپورتاژ کے بجائے ایک سچا فن پارہ بناتا ہے۔"(۶)

ناول کے اختتام پر پانی، جو ابتدا میں زندگی کا منبع تھا، تباہی اور معدومیت کی علامت بن کر دیہی اور شہری دونوں تہذیبی دھاروں کو اپنے اندر سمو لیتا ہے، اور یوں آمنہ مفتی ایک ایسی تلخ حقیقت بیان کرتی ہیں جس کا سامنا ہماری موجودہ نسل کو ہر روز ہے۔(۷)

صفدر زیدی کا ناول "بھاگ بھری": دھرتی کا بانجھ پن اور تہذیبی انتہا پسندی

صفدر زیدی کا ناول "بھاگ بھری" دیہی معاشرت، زراعت اور دھرتی ماں کے تقدس کی پامالی کے گرد گھومتا ہے۔ یہ ناول ۱۹۸۵ کے پاکستان سے شروع ہونے والی ایک ایسی داستان ہے جو دہشت گردی، مذہبی انتہا پسندی اور ماحولیاتی تباہی کے باہمی تعلق کو نہایت مہارت سے بیان کرتی ہے۔ ناول کا مرکزی کردار ساون ایک اچھوت اور غریب عورت بھاگ بھری کا بیٹا ہے، جو وڈیرے کے ظلم کا شکار رہی۔ ساون کا وڈیرے کے ڈیرے سے فرار اور ایک مدرسے کے قاری کے ہتھے چڑھ جانا، اس کی ذہنی تربیت اور برین واشنگ کا نقطہ آغاز بنتا ہے۔(۸)

"بھاگ بھری" محض ایک عورت یا کردار کا نام نہیں بلکہ یہ اس دھرتی، اس مٹی اور اس پنجاب کی علامت ہے جو کبھی زرخیزی اور شادابی کا استعارہ تھی لیکن اب سیم و تھور، کیمیائی کھادوں کے بے تحاشا استعمال اور صنعتی فضلے کی وجہ سے بانجھ پن کا شکار ہو رہی ہے۔ صفدر زیدی کا یہ بیانیہ واضح کرتا ہے کہ دیہی معیشت اور انسانی زندگی کا سارا دارومدار فطرت کے توازن اور مٹی کی صحت پر ہے۔ راشد خیر زمان اس ناول کے بشریاتی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

"صفدر زیدی نے بھاگ بھری کے کردار کو محض ایک عورت تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے اس زمین کی علامت بنا دیا ہے جو صدیوں کے استحصال کے بعد اپنی زرخیزی کھو بیٹھی ہے، یہی استعارہ ناول کی اصل قوت ہے۔"(۹)

ناول کا ڈسٹوپیئن خاتمہ ایک نہایت مایوس کن انجام پر ہوتا ہے، جہاں پاکستان اور بھارت کے درمیان جوہری تصادم رونما ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں پورا ایکو سسٹم تباہ ہو جاتا ہے: دریا سوکھ جاتے ہیں، ہریالی ختم ہو جاتی ہے اور زمین قحط کا شکار ہو جاتی ہے۔ یہ ناول اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ ماحولیاتی بگاڑ براہِ راست سماجی المیوں کو جنم دیتا ہے، جس کے نتیجے میں کسان اپنی زمینوں سے محروم ہوتے ہیں اور بڑے پیمانے پر شہروں کی طرف جبری نقل مکانی (migration-Eco) ہوتی ہے۔ ساون، جو زندگی کے آخری حصے میں تابکاری کے اثرات سے دوچار ہوتا ہے، اپنی انتہا پسندانہ سوچ پر قائم رہتا ہے یہاں تک کہ سکھ کردار کھڑک سنگھ اس کی آنکھیں کھولتا ہے۔

ڈاکٹر امۃ المنان طاہر اس ناول کے بیانیے کی تہہ داری کے بارے میں لکھتی ہیں:

"بھاگ بھری میں مذہبی شدت پسندی اور ماحولیاتی تباہی کو الگ الگ موضوعات کے طور پر پیش نہیں کیا گیا بلکہ ناول یہ ظاہر کرتا ہے کہ دونوں رجحانات بالا خر ایک ہی نقطے یعنی انسانیت اور فطرت دونوں کی بربادی پر جا ملتے ہیں"(۱۰)

یوں صفدر زیدی نے سماجی استحصال، مذہبی انتہا پسندی اور ماحولیاتی تباہی کے درمیان ایک گہرا اور لازوال رشتہ قائم کیا ہے، جو اردو ناول کے ماحولیاتی بیانیے کو ایک نئی جہت عطا کرتا ہے۔

خالد فتح محمد کا ناول "کوہِ گراں": ترقی کے نام پر تخریب

خالد فتح محمد کا ناول "کوہِ گراں" ترقی کے جدید تصور پر ایک زوردار طمانچہ ہے، جس کی بنیادیں فطرت کی تباہی پر رکھی گئی ہیں۔ ناول کا مرکزی کردار حلیم ایک بڑے عہدے سے ریٹائر ہونے کے بعد اپنے آبائی گاؤں کی طرف لوٹتا ہے، جو پانی کی شدید قلت کے باعث کھنڈر بن چکا ہے۔ نہر سوکھ چکی ہے، لوگ گھر چھوڑ چکے ہیں اور ٹمبر مافیا نے علاقے کا کوئی درخت سلامت نہیں رہنے دیا۔ حلیم اپنی کشتی جلا کر، یعنی واپسی کا کوئی راستہ باقی نہ رکھتے ہوئے، اس ویران گاؤں کو از سرِ نو آباد کرنے کے عزم کے ساتھ آتا ہے۔(۱۱)

مصنف نے اس ناول میں کارپوریٹ سیکٹر اور لینڈ مافیا کی اس ہوس کو موضوع بنایا ہے جو اندھی کمائی کے لیے پہاڑوں کا سینہ چھلنی کرتے ہیں اور صدیوں پرانے قدرتی نظام کو چند دنوں میں ملیا میٹ کر دیتے ہیں۔ "کوہِ

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

گراں" کا تنقیدی محاکمہ یہ ہے کہ جسے انسان "ترقی" اور "تعمیر" کا نام دے رہا ہے، وہ دراصل زمین کی تخریب اور خودکشی کا پروانہ ہے۔

ڈاکٹر خالد محمود سنجرانی اس ناول کے موضوعاتی پہلو پر لکھتے ہیں:

> "کوہِ گراں محض ایک ماحولیاتی بربادی پر ایک نوحہ نہیں بلکہ یہ اس بات کا برملا اظہار ہے کہ انسان اپنی تباہی کا سامان خود ہاتھوں تیار کرتا ہے، جبکہ فطرت بظاہر خاموش رہنے کے باوجود اس عمل سے بے نیاز نہیں رہتی۔"(۱۲)

گاؤں میں حلیم کو تین باسی ملتے ہیں ایک اپاہج شخص، تپ دق کا مریض اور ایک جوان عورت جو محض زندہ رہ جانے کی جبلت کی علامت ہیں۔ پانی کا بنیادی مسئلہ بدستور حل طلب رہتا ہے، یہاں تک کہ یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ مرالہ ہیڈورکس کو ڈائنامائٹ سے اڑا کر خشک نہر میں پانی کا بہاؤ بحال کیا جائے۔ یہ ایک انتہائی مہلک اقدام ہے جس میں حلیم کے کئی ساتھی جاں بحق ہوتے ہیں اور فوج بھی حرکت میں آجاتی ہے۔

رفیق سندھیلو اس منظر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> "مرالہ ہیڈورکس کو اڑانے کا منصوبہ محض ایک ڈرامائی موڑ نہیں بلکہ یہ اس قیمت کی علامت ہے جو انسان کو فطرت سے دوبارہ رشتہ جوڑنے کے لیے چکانی پڑتی ہے۔"(۱۳)

آخر میں جب حلیم بے یقینی کے عالم میں خشک نہر کے کنارے کھڑا ہوتا ہے تو دور سے بادلوں کی گرج سنائی دیتی ہے اور موسلا دھار بارش برسنے لگتی ہے، جو ایک نئی زندگی اور نئے آدم و حوا کی کہانی کا اعلان ہے۔ یوں خالد فتح محمد یہ باور کراتے ہیں کہ فطرت خاموش ضرور رہتی ہے لیکن بے حس نہیں، اور جب انسان اپنے تجارتی فائدے کے لیے پہاڑوں اور جنگلات کا استحصال کرتا ہے، تو وہی پہاڑ لینڈ سلائیڈنگ اور سیلابوں کی صورت میں اپنا توازن بحال کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

محمد عاطف علیم کا ناول "مشک پوری کی ملکہ": جنگل کی مامتا اور انسانی ہوس

محمد عاطف علیم نے اپنے ناول "مشک پوری کی ملکہ" میں ماحولیاتی استحصال کے موضوع کو ایک منفرد اور دل کش طرز بیان کے ذریعے پیش کیا ہے۔ یہ ناول گلیات کے جنگلوں میں آباد ایک مادہ گلدار کی کہانی ہے، جسے علاقے کے لوگ "ملکہ ماں" کے نام سے جانتے ہیں۔ ناول کا آغاز ملکہ ماں کی اپنے کھوئے ہوئے بچوں کی تلاش سے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہوتا ہے۔ مقامی زمیندار حاجی نثار عباسی کے آدمی ملکہ کے دو بچوں کو پکڑ کر لے جاتے ہیں اور اسے زخمی کر دیتے ہیں، جس کے بعد ملکہ انتقام کی آگ میں جل کر انسانوں کی دشمن بن جاتی ہے۔ (۱۴)

اس انتقامی جنون کی پہلی شکار دیہاتی نوجوان نور محمد کی منگیتر گلابے بنتی ہے۔ گلابے کی موت نور محمد کو بھی انتقام کی آگ میں جھلسا دیتی ہے، اگرچہ وہ سادہ لوح ہونے کے باوجود وحشت کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ جب انسانوں کے غائب ہونے کا سلسلہ بڑھتا ہے تو علاقے کے باشندے سراپا احتجاج بن کر سڑکوں پر آ جاتے ہیں اور حکومت مشہور شکاری "ثانی" کو ملکہ کا شکار کرنے کی ذمہ داری سونپتی ہے۔ پروفیسر سحر انصاری اکیسویں صدی کے ناول نگاروں میں عاطف علیم کے اس اچھوتے پن کو یوں سراہتے ہیں:

> "محمد عاطف علیم نے اردو ناول کو اس وقت ایک نئے پیراگراف اور تجزیے میں خود نہیں بلکہ ایک جانور کے داخلی کرب اور مامتا کے ذریعے ماحولیاتی وژن دیا، جب ہمارا فکشن روایتی سیاسی و داخلی بحثوں میں الجھا ہوا تھا۔" (۱۵)

دوسری طرف مفاد پرست حاجی نثار عباسی اور نام نہاد پیر بادشاہ، ملکہ ماں کے معاملے کو "بدروح" کا قضیہ بنا کر اپنے ذاتی فائدے کے لیے بھرپور استعمال کرتے ہیں۔ ملکہ ماں دوبارہ حاجی نثار عباسی کی حویلی پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیتی ہے اور اپنی اولاد کو آزاد کرواتی ہے، مگر اس کا ایک بچہ محافظوں کی گولیوں کا نشانہ بن جاتا ہے۔ بالآخر ثانی اور نور محمد مل کر ملکہ ماں اور اس کے باقی بچے کو مار دیتے ہیں۔

ڈاکٹر ممتاز احمد اس ناول کی فکری گہرائی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "مشک پوری کی ملکہ ثابت کرتا ہے کہ ماحولیاتی تباہی کوئی تجریدی یا دور کا تصور نہیں بلکہ ایک ایسی زندہ حقیقت ہے جو انسان اور فطرت دونوں کو یکساں طور پر اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔" (۱۶)

یہ ناول جدید سیاحت (Commercial Tourism) اور ماحولیاتی نوآبادیات (Eco-colonialism) کو بھی بے نقاب کرتا ہے، جس نے مری جیسے خوبصورت پہاڑی مقامات کو کنکریٹ کے بدصورت جنگل اور کچرے کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا ہے۔ ناول کا فکری محاکمہ یہ ہے کہ فطرت صرف مادی اشیاء کا مجموعہ نہیں بلکہ اس کی ایک اپنی روح اور ماورائی طاقت ہوتی ہے، اور جب انسان اپنی ہوس کے لیے اس روح کو زخمی کرتا ہے تو مقامی ثقافت، پرندے، جانور اور پرانے درخت غائب ہونے لگتے ہیں۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

تقابلی جائزہ اور حاصلِ بحث

چاروں زیرِ مطالعہ منتخب ناولوں کے تقابلی اور مجموعی تجزیے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ معاصر اردو فکشن نے گلوبل وارمنگ اور کلائمیٹ چینج جیسے خشک اور سائنسی موضوعات کو تخلیقی ایندھن بنا کر انہیں ادب کا اعلیٰ ترین حصہ بنا دیا ہے۔ جہاں آمنہ مفتی پانی کے قطروں کے لیے ترستی انسانیت کا نقشہ کھینچتی ہیں، وہاں صفدر زیدی بنجر ہوتی زمین کا نوحہ لکھتے ہیں؛ جہاں خالد فتح محمد پہاڑوں کے کٹنے پر چیختے ہیں، وہاں محمد عاطف علیم جنگل کے سکوت اور وہاں کی جادوئی فضا کے ملیامیٹ ہونے پر ماتم کرتے ہیں۔ یہ چاروں آوازیں الگ الگ ہونے کے باوجود دھرتی کو بچانے کی ایک ہی مشترکہ آواز بن جاتی ہیں۔

ڈاکٹر ناصر عباس نیر اس اجتماعی رجحان کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> جب ایک ہی نسل کے متعدد تخلیق کار بیک وقت کسی ایک ہی موضوع کی جانب متوجہ ہو جائیں تو یہ کسی فرد واحد کے ذوق کا معاملہ نہیں رہتا بلکہ پورے معاشرے میں پنپتے ہوئے تہذیبی بحران کے شعور کی علامت بن جاتا ہے۔(۱۷)

تکنیکی اور اسلوبیاتی سطح پر بھی یہ ناول اردو ادب میں ایک نئے موڑ کا تعین کرتے ہیں۔ ان ناولوں میں استعارے، علامات اور تشبیہات اب روایتی نسوانی حسن یا کلاسک سیاسی جبر تک محدود نہیں رہیں، بلکہ درخت، دریا، پہاڑ، پرندے اور بادل خود جاندار کرداروں کے روپ میں سامنے آتے ہیں۔ یہ ناول نگار اپنے اسلوب کے ذریعے یہ باور کرانے میں کامیاب دکھائی دیتے ہیں کہ اگر کائنات کا قدرتی توازن بگڑ جائے تو اس صورت میں انسان کی تمام تر سائنسی ترقی، فلسفے اور سیاست کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہے گی۔

ڈاکٹر آصف فرخی کے بقول:

> "معاصر اردو ناول نگاروں نے فطرت کو محض ایک پسِ منظر سے نکال کر متن کے مرکز میں لا کھڑا کیا ہے، اور یہی تبدیلی اردو فکشن کو عالمی ماحولیاتی ادب کے ہم پلہ بناتی ہے۔"(۱۸)

حاصلِ کلام کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تحقیق اردو تنقید اور فکشن کے افق پر ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ یہ منتخب ناول ثابت کرتے ہیں کہ اردو ادب اب عالمی سطح پر لکھے جانے والے ماحولیاتی فکشن (Eco-fiction) کے شانہ بشانہ کھڑا ہے۔ ان ناولوں کا متن اس حقیقت کا اعلان ہے کہ کلائمیٹ چینج اب صرف سائنس دانوں یا این جی اوز کا موضوع نہیں رہا، بلکہ یہ ہمارے ادیبوں کے دل کی دھڑکن بن چکا ہے۔ یہ مقالہ اس تجویز کے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

ساتھ اختتام پذیر ہوتا ہے کہ اردو ادب میں ماحولیاتی تنقید کے اس دھارے کو مزید آگے بڑھایا جائے، کیونکہ دھرتی کے اس بحران کو سمجھنا اور اس پر لکھنا اب محض ایک علمی عیاشی نہیں بلکہ ہماری بقا کا آخری تخلیقی ہتھیار ہے۔

حوالہ جات

۱۔The Ecocriticism Reader ,Cheryll Glotfelty, جارجیا یونیورسٹی پریس، اتھنز، ۱۹۹۶ء، ص ۱۹۔

۲۔ نجیبہ عارف، ڈاکٹر، اردو ادب اور ماحولیاتی تنقید: ایک جائزہ (مقالہ)، مشمولہ: مجلہ اخبارِ اردو، اسلام آباد، مئی ۲۰۲۳ء۔

۳۔ ضیا الحسن، ڈاکٹر، جدید اردو ناول اور صارفیت کا تمدن، لاہور، کتاب سرائے، ۲۰۲۱ء، ص ۸۸۔

۴۔ آمنہ مفتی، پانی مر رہا ہے (ناول)، لاہور، سانجھ پبلیکیشنز، ۲۰۱۸ء، ص ۶۰۔

۵۔ طارق حبیب، ڈاکٹر، اردو ناول کا جغرافیائی و تہذیبی مطالعہ، کراچی، فضلی سنز، ۲۰۲۰ء، ص ۱۱۲۔

۶۔ سحر انصاری، پروفیسر، اکیسویں صدی کا اردو ناول اور نئے فکری رجحانات، کراچی، اکادمی بازیافت، ۲۰۲۱ء، ص ۷۵

۷۔ آمنہ مفتی، پانی مر رہا ہے (ناول)، لاہور، سانجھ پبلیکیشنز، ۲۰۱۸ء، ص ۱۴۵۔

۸۔ زیدی، صفدر، بھاگ بھری (ناول)، لاہور، سنگِ میل پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء، ص ۱۹۔

۹۔ راشد، خیر زمان، صفدر زیدی کے فکشن کا علامتی اور بشریاتی مطالعہ (مقالہ)، جولائی ۲۰۲۳ء۔

۱۰۔ زیدی، صفدر، بھاگ بھری (ناول)، لاہور، سنگِ میل پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء، ص ۱۹۶۔

۱۱۔ خالد فتح محمد، کوہِ گراں (ناول)، لاہور، سنگِ میل پبلیکیشنز، ۲۰۱۷ء، ص ۱۸۔

۱۲۔ خالد محمود سنجرانی، ڈاکٹر، پاکستانی فکشن اور مابعد جدید تناظرات، کوئٹہ، چلتن پبلشرز، ۲۰۲۲ء، ص ۶۴۔

۱۳۔ خالد فتح محمد، کوہِ گراں (ناول)، لاہور، سنگِ میل پبلیکیشنز، ۲۰۱۷ء، ص ۲۳۰۔

۱۴۔ محمد عاطف علیم، مشک پوری کی ملکہ (ناول)، لاہور، نین پبلیکیشنز، ۲۰۲۴ء / ۲۰۲۵ء، ص ۹۔

۱۵۔ سحر انصاری، پروفیسر، اکیسویں صدی کا اردو ناول اور نئے فکری رجحانات، کراچی، اکادمی بازیافت، ۲۰۲۱ء، ص ۸۱۔

۱۶۔ محمد عاطف علیم، مشک پوری کی ملکہ (ناول)، لاہور، نین پبلیکیشنز، ۲۰۲۴ء / ۲۰۲۵ء، ص ۶۱۔

۱۷۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، معاصر اردو فکشن اور جدید تناظر، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۲۲ء، ص ۱۳۴۔

۱۸۔ آصف فرخی، ڈاکٹر، چراغِ شبِ افسانہ: معاصر فکشن کے مباحث، کراچی، شہرزاد پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء، ص ۹۷۔